AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

The Inception of Qur’an Printing in the Subcontinent: A Research and Analytical Study

برِّصغیر میں قرآنِ مجید کی طباعت کا آغاز: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Sana Khalid
MPhil Research Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, The University of Punjab, Lahore, Pakistan, khalidsana683@gmail.com
Dr. Haris Mubeen
Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, the University of Punjab, Lahore, Pakistan

Abstract:

This study explores the historical evolution of Qur’an printing in the Indian subcontinent, placing it within the broader global context of print technology and its acceptance in the Muslim world. India witnessed a unique embrace of print by Muslim scholars and reformers who saw it as a tool for religious revival in response to challenges from British colonization, Christian missionaries, and Hindu reform movements. The study emphasizes the pioneering efforts in Qur’an printing, the initial Urdu translations and Arabic editions released in Howrah and Calcutta during the early 19th century, followed by significant progress through lithographic techniques. Lithography, which could beautifully replicate handwritten manuscripts, emerged as a pivotal force in enhancing the accessibility and cultural acceptance of religious literature. It empowered Muslim publishers in cities such as Lucknow, where presses such as the Sultanate Press and the renowned Nawal Kishore Press blended calligraphic traditions with industrial printing methods. These printing houses not only increased public access to the Qur’an but also influenced Islamic education, identity, and print culture throughout South Asia and beyond. The paper argues that the embrace of print, especially through lithography, was not just a technological advancement but a cultural and religious adaptation that redefined how sacred texts were produced, distributed, and consumed.

Keywords: Qur’an printing, Lithography, Print culture in Islamic, Nawal Kishore Press, Religious publishing, Arabic typography, History of printing in India, Calcutta and Lucknow presses

ابتدائیہ:

صدیوں تک کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی رہیں، پھر ساتویں صدی عیسوی میں چین میں لکڑی کے بلاکس سے چھپائی کا آغاز ہوا اور جس سے گوٹن برگ بائیبل چھپی۔ اس نے یورپ میں علم عام کیا اور نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بنی۔ اس کے برعکس 1483ء میں عثمانی خلافت نے پرنٹنگ پریس

پر پابندی لگادی جس سے مسلم دنیا اس انقلاب سے محروم رہی۔ بعد ازاں برصغیر میں کتابت کا آغاز ہوا اور قرآن و دینی کتب کی اشاعت عام ہوئی۔

انسان نے ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح مٹی کے کتبوں پر سیلنڈر سیلز کے ذریعے طباعت شروع کی، جو نہایت محنت طلب تھی۔ اس کے لیے مٹی کے کتبے بنائے جاتے، پھر ان کو بھٹی میں پکایا جاتا تھا۔ انہیں ایک سے دوسری جگہ منتقل کرنا اور محفوظ کرنا بھی خاصا محنت طلب کام تھا۔

کئی صدیوں تک کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی رہیں جس کی وجہ سی کتابیں کافی مہنگی ہونے کے علاوہ کم یاب بھی تھیں۔ پھر ساتویں صدی عیسوی میں چینیوں نے لکڑی کے ٹکڑوں سے چھاپے بنا کر کاغذ پر چھپائی کرنے کا طریقہ شروع کیا۔ نقش یا لکھائی جسے بھی کاغذ پر منتقل کرنا ہوتا تھا اسے لکڑی کے ٹکڑوں پر الٹا لکھا یا بنایا جاتا تاکہ چھاپنے پر سیدھا پڑھا اور دیکھا جا سکے۔ اس سلسلہ کی پہلی مطبوعہ کتاب بدھ سترا 868ء میں شائع ہوئی۔ اور یہ بدھ مت کی مقدس کتاب تھی جسے بدھ مت کے راہبوں نے چھاپا تھا۔ تاہم یہ طریقہ زیادہ مقبول نہ ہو سکا اور محض نقش و نگار کی چھائی تک محدود رہا۔

گیارھویں صدی میں چینیوں نے حرکت پزیر حروف ایجاد کیے اور پھر اسی ایجاد کو بنیاد بنا کر پندرھویں صدی میں یورپ میں دھاتی پریس ایجاد ہوا جس سے پہلی بائبل طبع کی گئی، جو کہ آج بھی گوٹن برگ بائبل Gutenberg Bible کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

مسلم دنیا نے اس ایجاد کی مخالفت کا بیڑا اٹھایا۔ 1483 یا 1484 عیسوی میں سلطنت عثمانیہ کے خلیفہ بایزید ثانی نے ایک قانون کے ذریعہ مطبع خانوں Printing Press کو خلاف اسلام قرار دے دیا۔ البتہ بعد ازاں بہت سے خطرات کے پیش نظر برصغیر میں کتابت کا آغاز ہوا، جس کے باعث قرآن کریم اور دیگر دینی کتب کی دستیابی عام ہوئی۔ ابتدائی طور پر طبع کیے جانے والے قرآنی مصاحف میں ترجمہ و تفسیر بھی شامل تھی۔ قرآن کی طباعت کی تاریخ کے حوالے سے ذیل میں تفصیلات ملاحضہ کیجئے۔

برصغیر میں طباعت قرآن کا آغاز

برصغیر میں قرآن کریم کی طباعت کی تاریخ کے اہم پہلو ذیل میں پیش خدمت ہیں:

عربی طباعت کے حروف کی پیدائش

سب سے پہلے چھاپے جانے والے عربی تحریری متن 1486 میں مینز، جرمنی سے ملے ہیں۔ یہ حروف Erhard Reusch کے ذریعے ڈیزائن کیے گئے تھے اور Peter Schöffer نے چھاپے تھے، جو Johann Gutenberg کے شاگرد تھے۔ یہ حروف لکڑی سے بنائے گئے تھے اور gothic طرزوں سے متاثر تھے جو Johann Gutenberg کے دور میں غالب تھے۔[1]

[1] حسن، تاج سراج، الحروف العربية في الطباعة، عينات وتطورها، مجلة حروف عربية، ندوة الثقافة والعلوم، دبي، الإمارات العربية المتحدة، السنة الثالثة، العدد 9، اکتوبر 2002 ص:78-81

First Arabic books printed in Europe[2] کے مطابق، عربی طباعت کے حروف پندرہویں صدی کے آخر اور سترہویں صدی کے آغاز میں دیگر نمونوں کے درمیان پائے گئے، جو کہ Johann Gutenberg کی وفات کے فوراً بعد ہوا۔

یہ عربی خطاطی کے مطبوعہ نسخوں کے لیے مغربی دلچسپی کی ابتدا کو ظاہر کرتا ہے، خصوصاً مشرق وسطیٰ میں عرب عیسائیوں کے لیے[3]۔ پہلی مکمل کتاب جو عربی حروف میں چھاپی گئی تھی، "کتاب الوسوعی (The Book of Hours) " تھی جو 1514 میں فانو، اٹلی میں چھاپی گئی تھی۔ اس میں عربی حروف کو علیحدہ کر کے چھاپا گیا تھا اور یہ عربی بولنے والے عیسائیوں کے لیے مخصوص تھی۔ اس کتاب کے بارے میں ابھی تک کوئی حتمی معلومات نہیں ہیں، جیسے کہ اس کا ڈیزائنر کون تھا اور یہ اس نے کیوں چھاپی تھی حالانکہ اٹلی میں وینس چھاپنے کا مرکز تھا۔

انگلینڈ میں عربی میں پہلی چھاپی جانے والی کتاب Wynkyn De Worde کے ذریعے ڈیزائن کی گئی تھی جو پہلے انگریزی پرنٹر، William Caxon کے معاون تھے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں حروف علیحدہ علیحدہ تھے اور ان کے درمیان جگہ رکھی گئی تھی[4]۔

سترہویں صدی کے آغاز میں عربی حروف میں طباعت یورپ میں وسیع پیمانے پر پھیل گئی۔ لیون، روم، پیرس اور لندن کے درمیان عربی اور عبرانی کتابوں کی طباعت میں مسابقت نے عربی حروف میں مزید دلچسپی بڑھا دی۔ اس کے نتیجے میں عربی حروف پر زیادہ توجہ دی گئی۔ ڈیزائنرز نے طباعت کے لیے مناسب حروف تیار کرنے کی مزید کوشش کی۔ اس کے بعد عربی حروف میں مزید دلچسپی بڑھی[5]۔

ٹائپ سیٹ

متحرک طباعت کی ایجاد کے بعد، خطاطوں نے حروف کو ڈیزائن کرنا جاری رکھا۔ حروف کو نقش کیا جاتا ان سے دھات کے سانچے تیار کیے جاتے جو کہ مطلوبہ شکلوں میں ٹائپ تیار کرتے تھے۔ 16ویں صدی میں یورپ میں ٹائپ سیٹرز، پرنٹرز اور ٹائپوگرافر اس عمل میں اہم کردار رکھتے تھے۔ یہ ہنر مند نہ تو عرب تھے اور نہ مسلمان، اس لیے وہ عربی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اس کے نتیجے میں عربی حروف زیادہ بہتر نہیں تھے۔ چھاپے گئے مواد کو واضح طور پر پڑھنا مشکل تھا۔ لیٹر پریس طباعت میں تقریباً چار صدیوں تک کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی، کیونکہ عربی حروف عربوں کے وطن سے دور بنائے اور چھاپے گئے تھے۔ اس وقت عرب اس بات سے آگاہ نہیں تھے کہ لیٹر پریس کس حد تک فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ وہ عربی خطاطوں اور کتابوں کے نقل نویسوں کے اعلیٰ معیار کی وجہ سے مطمئن تھے[6]۔ لہٰذا عربی ٹائپوں کے ساتھ پرنٹنگ کی تاریخ 16ویں صدی

---

[2] Qadoora, Wahid and others, Studies in the Arabic European Dialog, First Arabic books printed in Europe, Centre for Othman and Moresque studies, Zagwan and King Fahad Library, 1993, P: 8

[3] Alsuwaie, Abdel Aziz Saeid Arabic letter, masterpiece of history and the technology complex, Libya, Jamahiria for publicity and distribution, 1989, P 154

[4] حسن، تاج سراج، الحروف العربية في الطباعة، عينات وتطورها، مجلة حروف عربية، ندوة الثقافة والعلوم، دبي، الإمارات العربية المتحدة، السنة الثالثة، العدد9، أكتوبر 2002ص: 78-81

[5] حسن، تاج سراج، الحروف العربية في الطباعة، عينات وتطورها، مجلة حروف عربية، ندوة الثقافة والعلوم، دبي، الإمارات العربية المتحدة، السنة الثالثة، العدد9، أكتوبر 2002ص: 78-81

[6] حسن، تاج سراج، الحروف العربية في الطباعة، عينات وتطورها، مجلة حروف عربية، ندوة الثقافة والعلوم، دبي، الإمارات العربية المتحدة، السنة الثالثة، العدد9، أكتوبر 2002ص: 78-81

سے 19 ویں صدی تک اس کی جدوجہد میں بہت سست اور کم کامیاب رہی [7]۔ اس حوالے سے کی گئی زیادہ تر کوششیں لاطینی خطوط کے اصولوں اور تکنیکوں پر مبنی تھیں۔ اس کے علاوہ، ان کوششوں کے نتائج کو ماہرین کی طرف سے مکمل طور پر نا تو جانچا گیا اور نا ہی ان پر تنقید کی گئی [8]۔

ایشیاء میں طباعت کا آغاز

جنوبی ایشیاء میں ابتدائی اسلامی طباعت پر جو تھوڑی بہت تحقیق موجود ہے، وہ اکثر اس تصور پر مبنی ہے کہ مسلمان طباعت کے خلاف مزاحمت کرتے تھے، اور انیسویں صدی کا ہندوستان عثمانی سلطنت کی مبینہ طباعتی "پابندی" کے برخلاف ایک استثنائی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ کیتھرین شووارٹز نے دکھایا ہے، یہ تصور خود بھی مسئلہ خیز ہے [9]۔

یہ سوال کہ ہندوستانی مسلمانوں نے دیگر اسلامی آبادیوں کے مقابلے میں طباعت کو جلد کیوں اپنایا، سب سے پہلے فرانسس رابنسن نے اٹھایا، جن کا کہنا تھا کہ اگرچہ اسلامی علم کے ابلاغ میں زبانی ترسیل کو مرکزی حیثیت حاصل تھی، تاہم ہندوستانی مسلمانوں نے اس وقت طباعت کو گلے لگایا جب اسلام خود خطرے میں محسوس کیا جا رہا تھا۔[10]

نو آبادیاتی صورتِ حال میں، رابنسن کے مطابق، طباعت ایک طاقتور ہتھیار کے طور پر ابھری تا کہ غیر ملکی حکمرانی، عیسائی تبلیغ اور ہندو احیائی تحریکوں کے مشترکہ خطرے کا مقابلہ کیا جا سکے [11]۔ علمِ دین کی نشر و اشاعت اور اسلامی عقائد و اعمال کی بہتر تفہیم کے ایک ذریعے کے طور پر طباعت اسلامی شناخت کے اظہار میں اہم کردار ادا کرتی تھی۔ رابنسن کے نقطۂ نظر پر تنقید بھی کی گئی ہے کہ انہوں نے بیرونی خطرات پر ضرورت سے زیادہ زور دیا، اور برصغیر میں طباعت، مقامی زبانوں میں ترجمے، اور مذہبی اصلاح کے باہمی تعلقات کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی۔ ہندوستان میں اسلامی تجدید میں طباعت بنیادی کردار ادا کر رہی تھی۔ چاہے وہ روایتی علماء ہوں یا اصلاحی تحریکیں، سب نے اسلامی متون کی اشاعت اور مقامی زبانوں میں وسعت پذیر کتابوں کے لیے طباعت کا سہارا لیا۔[12]

شمالی ہندوستان میں طباعت کے پھیلاؤ کا زمانہ اردو کے ایک تعلیمی، ادبی، اور دینی زبان کے طور پر ابھرنے کے ساتھ ساتھ تھا؛ اور یہ اسلامی علم کے ایسے نئے ذرائع کی تخلیق سے جڑا ہوا تھا جو عوام الناس کی بولی جانے والی زبانوں میں ہوں۔ چونکہ فارسی، شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقے کی لسانی مرکزیت کھو رہی تھی، اردو نے مذہبی اور علمی مکالمے کے ایک ذریعہ کے طور پر اہم مقام حاصل کر لیا۔

ہوڑہ اور کلکتہ سے ابتدائی قرآن

---

[7] Sabat, Khalil, History of printing in the Middle East, Cairo, Dar Almaarif, 1958P: 33-34

[8] Abifares, Huda S, Arabic Typography, a comprehensive sourcebook, London, Saqi books2001, P: 74-203

[9] Schwartz, Kathryn, Did Ottoman Sultans Ban Print?, Book History, 2017 P: 166,

[10] Robinson, Francis, Islam and the Impact of Print in South Asia, in Nigel Crook end, The Transmission of Knowledge in South Asia Essays on Education, Religion, History and Politics, Delhi Oxford University Press, 1996 P:69

[11] Robinson, Francis, Technology and Religious Change Islam and the Impact of Print, Modern Asian Studies, 1993 P: 230

[12] Metcalf, Barbara Daly, Islamic Revival in British India Deoband, 1860–1900, Princeton University Press, 1982 P :30

قرآن کے اردو ترجمے کی اشاعت نے برصغیر میں اسلامی علم کو عام فہم بنانے اور مذہبی اصلاحی تحریکات کو فروغ دینے میں کلیدی کردار ادا کیا۔[13] طباعت اور مذہبی احیاء و اصلاح ایک دوسرے کے ساتھ باہمی طور پر مربوط انداز میں جُڑ گئیں۔ ابتدائی اردو تراجم کا پس منظر اصلاحی و دینی تحریکات سے وابستہ تھا، جن کی قیادت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خانوادے نے کی۔ طباعت اور اصلاح باہم جڑے ہوئے عوامل تھے جنہوں نے مسلم معاشرے میں فکری بیداری پیدا کی۔ چونکہ دہلی میں 1830ء سے پہلے طباعت موجود نہ تھی، اس لیے شاہ ولی اللہ اور ان کے بیٹوں کے کام سب سے پہلے کلکتہ اور اس کے آس پاس شائع ہوئے، جو برطانوی ہندوستان میں نو آبادیاتی انتظامیہ کا مرکز اور طباعت و مستشرقانہ علوم کا سب سے اہم مرکز تھا۔ موضح القرآن کا پہلا ایڈیشن، جس میں مکمل عربی متن شامل تھا، تجارتی شہر ہوڑہ (ہوگلی) میں 1245ھ / 1828–1829ء میں شائع ہوا۔[14]

اس مطبوعہ کے منتظم، سید عبداللہ، لاہور سے تعلق رکھنے والے اسلامی علماء کے خاندان سے تھے۔ اور ان ہندوستانی علماء کے گروہ میں شامل تھے جن کی نگرانی میں ابتدائی اردو ترجمہ قرآن تیار کیا گیا۔ قرآن کو اردو ترجمے کے ساتھ شائع کرنے کی اپنی تحریک بیان کرتے ہوئے سید عبداللہ نے ان اصلاحی خدشات کو دہرایا کہ مسلمان خالص اسلام کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور شرک و بدعت میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ حج سے واپسی کے بعد انہوں نے اس ایڈیشن کی تیاری میں دو سال صرف کیے اور ایک طباعت خانہ بھی قائم کیا جس کا نام انہوں نے "مطبعۃ احمدیہ" رکھا۔[15] یہ سب کچھ انہوں نے ان جید علماء کے مشورے پر کیا جو ان کے ہمسفر تھے، جیسے کہ شاہ ولی اللہ کے داماد مولانا عبدالحی، شاہ ولی اللہ کے نواسے محمد اسماعیل، اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے پوتے شاہ محمد اسحاق۔ لیکن انہوں نے یہ منصوبہ بغیر کسی مدد (بے معاونت)، مشقت اور قربانی کے ساتھ مکمل کیا۔

یہ قرآن جو کہ ہندوستانی زمین پر چھاپہ خانے کے ذریعہ شائع ہونے والا پہلا نسخہ تھا، دو حصوں پر مشتمل ہے، جس میں 850 صفحات شامل ہیں۔ عربی متن، جو چھوٹے اور غیر خوشنما نسخ رسم الخط میں طبع کیا گیا تھا، مکمل اعراب کے ساتھ شائع کیا گیا۔ یہ واضح نہیں کہ سید عبداللہ نے نسخ اور نستعلیق کے فونٹس کسی مقامی ٹائپ فاؤنڈری سے حاصل کیے تھے یا خود تیار کیے۔ بہر حال، اُنہیں اُن مسائل کا سامنا کرنا پڑا جو ابتدائی طباعت کے زمانے میں عام تھے، جیسے کہ حروف کے درمیانی فاصلوں میں بے ترتیبی اور دھات کے حروف کا ٹوٹ جانا۔ جیساکہ وہ خود لکھتے ہیں:

"اس فن کے ماہرین طباعت کی غلطیوں کی حالت سے بخوبی واقف ہوں گے، کیونکہ انتہائی احتیاط کے باوجود، بعض حروف اور سطور طباعت کے دوران اپنی جگہ سے ہٹ گئی ہیں، اور سیاہی کی بے قاعدگی کی وجہ سے کہیں نقطے بہت باریک ہیں، تو کہیں بہت زیادہ نمایاں۔"[16]

---

[13] Zaman, Muhammad Qasim, Shāh Walī Allāh of Delhi, His Successors, and the Qurān, in Bettina Gräf et al, eds, Ways of Knowing Muslim Cultures and Societies Studies in Honour of Gudrun Krämer, Leiden Brill, 2019 P: 280–300

[14] Khan, Mofakhkhar Hussain, The Holy Quran in South Asia, A Bio-Bibliographic Study of Translations of the Holy Quran in 23 South Asian Languages, Dhaka Bibi Akhtar Prakasani, 2001 P 229-242

[15] Colvin, J, R, Notices on Peculiar Tenets Held by the Followers of Syed Ahmed, taken Chiefly from the "Sirat al-Mustaqim" ..., Journal of the Asiatic Society of Bengal, 1/11 1832, P: 480–498

[16] Mūḍiḥ al-Qurān, [422]

اپنی ظاہری شکل میں متاثر کن نہ ہونے کے باوجود، ہوگلی ایڈیشن نے سید احمد کے اصلاحی حلقوں اور ان سے باہر بھی وسیع پیمانے پر گردش کی؛ یہ اتنا مقبول ہوا کہ 1832 میں دوبارہ شائع کیا گیا۔ اس نے نہ صرف اردو میں مذہبی اشاعت کی راہ ہموار کی، بلکہ شمالی ہندوستان میں قرآن کی آئندہ طباعت کے لیے ایک نمونہ بھی فراہم کیا، جہاں سب سے عام فارمیٹ عربی مصحف کا ہوتا، جس میں فارسی یا اردو ترجمہ بین السطور اور حاشیے میں تفاسیر شامل ہوتیں۔

عبد القادر کا اردو نثری ترجمہ اور شاہ رفیع الدین کا لفظ بہ لفظ ترجمہ اسی انداز میں بار بار شائع کیا گیا۔[17] عبد القادر کا ترجمہ "تفسیر کی شکل میں" لکھا گیا تھا، انہوں نے بین السطور انداز کو ترجیح دی، کیونکہ تفسیر پڑھتے ہوئے قرآنِ مجید سے نظر ہٹا کر کسی اور جگہ لے جانا مشکل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ، ہر صفحے پر سورہ کا نام، متعلقہ جزء اور رکوع کی تعداد، اور آیات کی گنتی درج ہوتی تھی، تاکہ قاری آسانی سے متن میں رہنمائی حاصل کر سکے۔ اضافی معلومات میں اغلاط کی فہرست اور ہندی الفاظ کی لغت بمع مترادفات شامل تھیں۔

ہوگلی ایڈیشن کی اہمیت اس بات سے بھی اجاگر ہوتی ہے کہ اس کی ایک کاپی Asiatic Society of Bengal کو پیش کی گئی، جو اس زمانے میں ایک غیر معمولی عطیہ تھا۔

1831 میں، ہوگلی ایڈیشن کے دو سال کے اندر، ایک عربی قرآن کلکتہ میں محمد علی خراسانی نے شائع کیا، جو ایک عربی رسالے کے مصنف تھے اس میں قرآنی املا اور تجوید کے قواعد بیان کیے گئے تھے۔ اس ایڈیشن کی تیاری میں خراسانی کی مدد حافظ احمد کبیر (وفات 1849)، جو کلکتہ مدرسہ کے معاون سیکریٹری اور مدرسہ مسجد کے خطیب تھے، اور حافظ مولوی محمد حسین نے کی۔ ان کا فنی اور خاصا تکنیکی فارسی دیباچہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ قرآن علمی طبقے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

مسائل وخامیاں

اگرچہ یہ ابتدائی ٹائپ سیٹ قرآن تاریخی طور پر اہم تھے، لیکن جمالیاتی اعتبار سے وہ غیر متاثر کن تھے اور ہندوستان کے خوشخط مخطوطاتی ورثے کے سامنے ماند پڑتے تھے۔ ان کے نسبتاً بدصورت فونٹس اور کم تزئین و آرائش ان تکنیکی رکاوٹوں کو ظاہر کرتے ہیں جو متحرک حروف (movable type) کی طباعت کے ساتھ وابستہ تھیں، اور ممکنہ طور پر ان کا ظاہری انداز مسلمان قارئین کے لیے زیادہ کشش کا حامل نہیں تھا۔ عربی ٹائپو گرافی میں ہونے والی ترقی کے باوجود، ابتدائی عربی فونٹس، خواہ وہ مقامی طور پر تیار کیے گئے ہوں یا یورپ سے درآمد کیے گئے ہوں، نسخ رسم الخط کے تناسباتی قواعد کی خلاف ورزی کرتے تھے اور قلم کی دلکش جنبشوں کے نفیس حسن کو بخوبی نقل نہیں کر سکتے تھے۔[18]

[17] Khan, Mofakhkhar Hussain, The Holy Quran in South Asia, A Bio-Bibliographic Study of Translations of the Holy Quran in 23 South Asian Languages, Dhaka Bibi Akhtar Prakasani, 2001 P 229-242

[18] Osborn, J, R, Letters of Light Arabic Script in Calligraphy, Print, and Digital Design, Cambridge, Massachusetts Harvard University Press, 2017 P: 15-41

یہ تمام صورت حال لیتھو گرافی کے آنے سے بدل گئی، جو ایک نئی طباعتی ٹیکنالوجی تھی جسے جرمن ڈرامانگار آلوئس زینے فیلڈر نے 1798 کے آس پاس ایجاد کیا تھا، اور جو بیس سال بعد ہندوستان میں متعارف ہوئی۔ ہاتھ سے لکھے گئے متون اور خوشنویس رسم الخط کی جمالیات کو بخوبی نقل کرنے کی اپنی صلاحیت کے باعث لیتھو گرافی نے "مخطوطے سے مطبوعہ لفظ کی طرف منتقلی کو آسان بنایا، اور مسلم ایشیاء میں کتب کی بڑی تعداد میں اشاعت کا پہلا مؤثر ذریعہ فراہم کیا۔"[19] ہندوستان میں قرآن کی طباعت میں متحرک حروف سے لیتھو گرافی کی طرف منتقلی 1830 کی دہائی کے وسط میں واقع ہوئی؛ یہ تبدیلی جغرافیائی لحاظ سے کلکتہ سے شمالی ہندوستان کے سابق مغلیہ مراکز کی طرف منتقلی کے ساتھ متوازی تھی۔

لیتھو گرافی کا اثر

لیتھو گرافی کا تعارف برصغیر جنوبی ایشیاء میں طباعت کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نئی ٹیکنالوجی شاید اس وقت کی ٹائپو گرافی کی آمد سے بھی زیادہ اہم ثابت ہوئی، جب 1556 میں پرتگالی جیسیوٹ پادریوں نے گوا میں پہلا چھاپہ خانہ قائم کیا تھا۔ جیسا کہ Graham Shaw نے واضح کیا ہے،

"لیتھو گرافی کلکتہ میں 1820ء کی دہائی کے آغاز میں پہنچ چکی تھی اور اسے سب سے پہلے دو فرانسیسی فنکاروں نے کامیابی سے استعمال کیا جو اس وقت شہر میں مقیم تھے۔ 1823ء تک نوآبادیاتی حکومت نے اپنا لیتھو گرافی چھاپہ خانہ قائم کر لیا، جو ہندوستان کا پہلا ادارہ تھا جس نے نقشوں، سرکاری فارموں اور مشرقی رسم الخطوں میں کتابوں کی طباعت کے لیے اس تکنیک سے فائدہ اٹھایا۔ دو سال بعد، ایشیاٹک لیتھو گرافک کمپنی کے برطانوی ملکیت والے کمرشل پریس نے ہندوستان میں لیتھو گرافی سے شائع ہونے والے اولین عربی زبان کے کام کو شائع کیا جس کا عنوان "نسخۂ فتاویٰ حمادیہ در علم فقہ" تھا۔"[20]

کلکتہ سے یہ نئی طباعتی تکنیک شمالی ہندوستان کے شہری مراکز جیسے پٹنہ، کانپور، بنارس، لکھنؤ، دہلی، اور آگرہ تک پھیل گئی۔ لیتھو گرافی محض ایک تکنیکی ترقی نہیں تھی اس نے ہندوستانیوں کی طباعت کے شعبے میں وسیع شرکت کو ممکن بنایا، مقامی زبانوں کی پرنٹ کلچر کے ابھار کو سہولت دی، اور برصغیر میں طباعت کو جمہوری بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ لیتھو گرافی نے اخبارات کی طباعت میں زبردست تیزی پیدا کی؛ لیکن اس سیاق میں زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ عربی، فارسی اور اردو میں کتابوں کی طباعت کے لیے پسندیدہ ٹیکنالوجی بن گئی اور زیادہ تر متحرک حروف (movable type) کی جگہ لے لی۔ Graham Shaw کے اندازے کے مطابق، 1824 سے 1850 کے درمیان ہندوستان میں، بنسبت یورپ کے، لیتھو گرافی سے تقریباً تین گنا زیادہ کتب شائع ہوئیں۔[21]

---

[19] Proudfoot, Ian, Lithography at the Crossroads of the East, Journal of the Printing Historical Society, 1998 P: 113–131

[20] Shaw, Graham 1994, The Introduction of Lithography and its Impact on Book Design in India, Vihangama, The IGNCA Newsletter, 1994, P: 2

Shaw, Graham, Calcutta Birthplace of the Indian Lithographed Book, Journal of the Printing Historical Society, 1998 P: 89–111

[21] Shaw, Graham, Calcutta Birthplace of the Indian Lithographed Book, Journal of the Printing Historical Society, 1998 P: 89–90

علاوہ ازیں، لیتھوگرافی ایک ہمہ گیر ٹیکنالوجی تھی جو تزئین و آرائش کے لیے موزوں تھی، جس نے صفحے کی آرائش اور سجاوٹی عناصر کے سائز و نوعیت میں لچک فراہم کی۔ عدالتوں کی سرپرستی میں کمی کے دور میں، نئے لیتھوگرافی پریسوں نے خطاطی کے فن کو زندہ رکھا اور بہت سے افراد کے لیے روزگار کا ذریعہ بنے۔[22]

ایران میں لیتھوگرافی سے شائع ہونے والی پہلی کتابوں میں سے ایک قرآن تھا، جو مرزا صالح نے 1832–1833 میں Saint Petersburg سے درآمد شدہ ٹیکنالوجی سے شائع کیا۔[23] ہندوستان بھی کچھ سال بعد اس راہ پر گامزن ہوا، اور پہلا لیتھوگرافی سے شائع شدہ قرآن 1837 میں کلکتہ میں تیار کیا گیا۔ یہ غیر معمولی ایڈیشن، جو 940 صفحات پر مشتمل تھا، اس میں عبدالقادر کا بین السطور اردو ترجمہ اور دو فارسی تفاسیر حواشی میں شامل تھیں۔

ایک سستی اور قابلِ حمل ٹیکنالوجی کے طور پر جسے نہ مہنگے آلات کی ضرورت تھی اور نہ کسی خاص مہارت کی، لیتھوگرافی نے چھاپہ خوروں کے ابھار کو ممکن بنایا اور چھوٹے چھوٹے پریسوں کو مختلف زبانوں اور رسم الخطوں میں طباعت کا موقع دیا۔ لیتھوگرافی نے مشرقی زبانوں کے فونٹ تیار کرنے کے مسائل کو نظر انداز کیا؛ یہ خاص طور پر فارسی اور عربی رسم الخط کی نقل کے لیے موزوں تھی اور بصری طور پر مخطوطات سے مشابہت رکھنے کے باعث ثقافتی اعتبار حاصل کرتی تھی۔[24]

یہ نسخہ مستشرقین کی دلچسپی کا باعث بنا۔[25] اس جلد کی ایک نقل، جو سورۃ 18 (الکھف) تک ہے، Bayerische Staatsbibliothek، میونخ میں محفوظ ہے۔ چونکہ اس میں نہ تو عنوان صفحہ ہے اور نہ ہی کوئی خاتمہ، اس لیے ناشر کی شناخت غیر واضح ہے۔ Garcin de Tassy کے مطابق یہ ایڈیشن ایشیاٹک لیتھوگراف کمپنی کے پریس سے شائع ہوا؛ جبکہ مفسّر حسین خان اسے سید عبداللہ کے احمدی پریس سے منسوب کرتے ہیں۔[26]

لکھنؤ میں ابتدائی کتابت وطباعت کی تاریخ

لکھنؤ کی شہرت کا آغاز 1775ء میں ہوا جب یہ مغل جانشین ریاست اودھ کا دارالحکومت بنا۔ اودھ کے نوابوں کی 80 سالہ حکمرانی کے دوران یہ شہر شمالی ہندوستان کے سب سے خوشحال اور کثیر الثقافتی شہری مراکز میں سے ایک بن گیا۔ دہلی کے زوال نے لکھنؤ کو ادب وفنون کا نیا

---

[22] Sharar, Abdul Halim, Lucknow the Last Phase of an Oriental Culture, translated and edited by E, S, Harcourt and Fakhir Husain, London Paul Elek, 1975 P: 103-104

[23] Green, Nile, Terrains of Exchange Religious Economies of Global Islam, Oxford Oxford University Press, 2014 P: 98

[24] Shaw, Graham, The Introduction of Lithography and its Impact on Book Design in India, Vihangama, The IGNCA Newsletter, 2/2 1994 online publication, accessed on 26 May 2022,

[25] Morley, William H, The Administration of Justice in British India; its Past History and Present State, London Williams and Norgate, 1858 P: 271

[26] Garcin de Tassy, J, H, Histoire de la Littérature Hindoui et Hindoustani, tome 1, Paris Printed under the Auspices of the Oriental Translation Committee of Great Britain and Ireland, 1839, P: 336

مرکز بنادیا، جہاں نوابی دربار کی سرپرستی میں فارسی ثقافت اور اردو شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ اسی دوران، لکھنؤ اسلامی تعلیم کا بھی اہم مرکز بن گیا۔[27]

لکھنؤ میں طباعت کا آغاز 1819ء میں ہوا جب بادشاہ غازی الدین حیدر (حکومت 1814–1827) نے سلطانی مطبع (Matba'-i Sultani) قائم کیا، جو شمالی ہندوستان کا پہلا بڑا مسلم ملکیتی پریس تھا۔ اس پریس کی تاریخ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ "سلطنتی مسلمانوں" کے علمی روابط بحر ہند کے گرد کس طرح قائم تھے۔[28]

سلطانی مطبع کے پہلے نگران شیخ احمد بن محمد الیمانی الشیروانی (وفات 1840) یمن سے تعلق رکھنے والے تاجر اور عالم تھے، جو تعلیم و روزگار کے لیے ہندوستان آئے اور فورٹ ولیم کالج، کلکتہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ جب وہ 1818ء میں لکھنؤ منتقل ہوئے، تو اپنے ساتھ ایک چھاپہ خانہ، عربی دھات کے حروف، اور کاریگروں کی ایک ٹیم بھی لائے۔

مطبع سلطانی سے چھپنے والی پہلی کتاب شیخ احمد کی عربی نعت المناقب الحیدریہ (1820) تھی، جو بادشاہ غازی الدین حیدر کے نام لکھی گئی۔ یہ اشاعت کامیاب نہ ہو سکی۔ بادشاہ اس کی سادہ صورت سے ناخوش ہوئے اور پوری اشاعت ضبط کروالی۔[29] مقامی اشاعتی کلچر کو اصل تحریک 1830 کی دہائی کے اوائل میں ملی جب انگلوفائل بادشاہ ناصر الدین حیدر (حکومت 1827–1837) نے کانپور کے "ایشیائی لیتھوگرافک پریس" کے نگران ہنری آرچر کو لکھنؤ بلایا۔ آرچر نے بادشاہ کو، سیوطی کی نحوی شرح بہجۃ المرضیۃ فی شرح الالفیہ، پیش کی۔[30]

جس کتاب نے لیتھوگرافی کے آغاز کو سب سے بہتر انداز میں ظاہر کیا، وہ تاج اللغات تھی، عربی-فارسی لغت جو سات بڑی جلدوں میں مطبع سلطانی سے تقریباً 1830 میں شائع ہوئی۔ اس کی ابتدائی تین جلدیں متحرک حروف سے طبع ہوئیں، جبکہ باقی لیتھوگرافی سے۔

1830 کی دہائی کے اواخر سے لکھنؤ میں اشاعتی سرگرمی میں زبردست اضافہ ہوا۔ کئی تجارتی مطابع قائم ہوئے، جن میں متعدد ایسے مسلمان اشرافیہ کے تھے جو صاحبِ علم بھی تھے اور صاحبِ حیثیت بھی۔ نمایاں ناموں میں مولوی محمد کا "محمدی پریس" (1837) اور شیشے کے تاجر مصطفی خان کا "مصطفائی پریس" (1839) شامل تھے۔[31]

---

[27] Robinson, Francis, The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia, London Hurst & Co 2001P: 46

[28] Reese, Scott S, Imperial Muslims Islam, Community and Authority in the Indian Ocean, 1839–1937, Edinburgh Edinburgh University Press, 2018, P: 30

[29] Schimmel, Annemarie, Islamic Literatures of India, Wiesbaden Harrassowitz 1973 p: 51-52

[30] Sprenger, Aloys, A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, vol, 1, Calcutta Baptist Mission Press, 1854 p: 4

[31] Diehl, Katherine Smith, Lucknow printers 1820–1850, in N, N, Gidwani ed, Comparative Librarianship Essays in Honour of Professor D, N, Marshall, Delhi Vikas Publishing House, 1973 P: 115–128

تاہم، ایک نسبتاً چھوٹے پیمانے کا "حسنی پریس" (قائم شدہ 1840) میر حسن رضوی کی ملکیت تھا، جس نے 1847ء میں لکھنؤ میں طبع ہونے والا ابتدائی اور خوبصورت قرآن شائع کیا۔ اس سے قبل ایک فارسی رسالہ خلاصۃ النوادر، جو قرآن کی تجوید کے قواعد پر مشتمل تھا اور مفتی محمد سعد اللہ رامپوری نے لکھا تھا، شامل کیا گیا۔[32]

یورپی اثرات کی عکاسی کرتے ہوئے اس قرآن کا عنوانی صفحہ نہایت دلکش تزئینات پر مشتمل تھا، جس میں مختلف خطاطی انداز شامل تھے۔ حسنی پریس نے عنوانی صفحے کا ایک "سانچہ" تشکیل دیا، جو بعد میں "نول کشور پریس" نے اپنایا اور دہائیوں تک ایک معیار بن گیا۔[33]

ان مطابع نے کتابت کے فن کو فروغ دیا اور اپنی لیتھوگرافی کی نفاست کی وجہ سے شہرت حاصل کی، جس نے مخطوطات کی ترتیب و تزئین کو نہایت خوبصورتی سے اپنایا۔

مشہور مؤرخ عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

> "شروع میں طباعت تجارتی مقصد کے بجائے محض ذاتی شوق کے لیے کی جاتی تھی۔ لہٰذا عمدہ ترین اشیاء کا استعمال کیا جاتا۔ اسی لیے شاہی دور میں فارسی اور عربی تعلیمی و دینی کتابیں صرف لکھنؤ ہی میں چھپ سکتی تھیں، جہاں وہ قیمت کی پرواہ کیے بغیر طباعت کی جاتی تھیں تاکہ باذوق آنکھوں کو خوش کیا جا سکے۔"[34]

عثمانی قرآنوں کے برعکس، ہندوستانی قرآن اپنے موٹے اور نمایاں حروف کی خطاطی کے باعث پہچانے جاتے تھے، اور وہ عثمانی رسم (الرسم العثمانی) کی املاء کے مطابق شائع کیے جاتے تھے۔[35]

لکھنؤ کی طباعتی ترقی

لکھنؤ کی طباعتی ترقی کو 1849ء میں اس وقت وقتی دھچکا پہنچا جب بادشاہ واجد علی شاہ (حکومت 1847–1856) نے سلطانی مطبع سے شائع شدہ تاریخ اودھ سے ناراض ہو کر تمام مطابع بند کروا دیے۔ نتیجتاً، کئی مطابع قریبی شہر کانپور منتقل ہو گئے، جہاں اشاعت کا کام جاری رہا۔

---

[32] Khan, Mofakhkhar Hussain, The Holy Quran in South Asia, A Bio-Bibliographic Study of Translations of the Holy Quran in 23 South Asian Languages, Dhaka Bibi Akhtar Prakasani 2001 P: 460-461

[33] Shcheglova, Olimpiada P, 2009, Lithography i, In Persia, in Encyclopaedia Iranica, online edition 2012

[34] نورانی، امیر حسن، منشی نول کشور اور ان کے خطاط و خوشنویس، نئی دہلی ترقی اردو بیورو، 1994ء، ص: 97-99

[35] Akbar, Ali, The Influence of Ottoman Qurans in Southeast Asia Through the Ages, in Andrew Peacock and Annabel Teh Gallop eds, From Anatolia to Aceh Ottomans, Turks, and Southeast Asia, Oxford Oxford University Press, 2015 P: 325

1849 میں تقریباً 700 کتابیں لیتھوگرافی سے طبع ہوئیں۔ ایک سال بعد آسٹریائی محقق Sprenger نے لکھنؤ میں 12 لیتھوگرافک مطابع کی نشاندہی کی؛ 1857ء تک ان کی تعداد 20 سے زائد ہو چکی تھی۔[36]

Sprenger نے شائع شدہ قرآنی نسخوں کے مذہبی تعلیم پر اثرات کو سراہا اور لکھا:

"بیس سال قبل قرآن کی آیات کو محض دعاؤں اور تعویذوں کی صورت میں دہرایا جاتا تھا، مکمل قرآن زبانی یاد تو کیا جاتا، لیکن اسے سمجھا نہیں جاتا تھا، اور سنت تقریباً نامعلوم تھی۔ آج لوگ رفتہ رفتہ کتاب کا مطالعہ شروع کر رہے ہیں۔ کئی تفاسیر عربی، فارسی اور ہندوستانی زبانوں میں حال ہی میں شائع ہوئی ہیں" [37]

نول کشور پریس اور لکھنؤ کی طباعتی روایت

1856ء میں اودھ کا برطانوی قبضہ اور 1857ء کی عظیم بغاوت نے لکھنؤ کی ترقی یافتہ طباعتی صنعت کو عارضی طور پر مفلوج کر دیا۔ بغاوت کے بعد، جب شہر برطانوی صوبائی حکومت کا مرکز بنا، وہاں مشہور نول کشور پریس کا قیام عمل میں آیا۔ اس پریس کے بانی اور ہندو سربراہ منشی نول کشور (1836–1895) کی غیر معمولی کاروباری بصیرت نے اسے جنوبی ایشیاء میں سب سے بڑے ہندوستانی ملکیت والے طباعت و اشاعت کے ادارے میں بدل دیا۔ نوآبادیاتی سرپرستی کے سائے میں، اس ادارے نے منشی نول کشور کی زندگی میں تقریباً 5,000 کتب شائع کیں جن میں عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، اور ہندی شامل تھیں۔ یہ پریس صرف ایک اشاعتی ادارہ نہیں بلکہ علما، شعراء اور اہلِ قلم کے لیے فکری مرکز بھی بن گیا تھا۔ ایک مبصر نے کہا:

"ہندوستان کے کسی اور پریس کو یہ سعادت حاصل نہ ہو سکی کہ اس میں اتنی بڑی تعداد میں حفاظ، علما، مؤرخین، ادیب اور شعرا ایک ساتھ موجود ہوں، جتنے کہ لکھنؤ کے اس پریس میں اکٹھے ہوئے"۔[38]

علمی و عام قارئین کے لیے اشاعت کرنے والا یہ پریس اسلامی علمی ورثے کے تحفظ، اس کی اشاعت اور عوامی مقبولیت میں مرکزی کردار ادا کرتا رہا۔ نول کشور وہ پہلے تجارتی ناشرین میں شامل تھے جنہوں نے قرآن مجید اور تفسیری ادب کو صنعتی پیمانے پر شائع کرنے کی کوشش کی۔

قرآنِ مجید کی بڑے پیمانے پر اشاعت

---

[36] خان، نادر علی، ہندوستانی پریس 1556–1900، لکھنؤ، اترپردیش اردو اکادمی، 1990ص: 311-317

[37] Sprenger, Aloys, A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, vol, 1, Calcutta Baptist Mission Press, 1854 P: 6-7

[38] کاکوروی، نذیر، اردو کے ہندو ادیب، لکھنؤ، انور بک ڈپو، 1939ص: 184

نولکشور پریس کا عروج ہندوستان کی طباعت و اشاعت کی صنعت میں صنعتی تبدیلیوں کے ساتھ ہم آہنگ تھا۔ طباعتی ٹیکنالوجی میں ترقی، ریلوے اور ڈاک کے نظام سے بہتر مواصلاتی نیٹ ورک نے مذہبی اشاعت کی تجارت کو فروغ دیا۔ 1870ء تک، نولکشور پریس کی کانپور شاخ روزانہ 1,28,000 صفحات طباعت کر رہی تھی۔ اس سب کا نتیجہ ہندوستانی مارکیٹ میں سستی کتب کے ظہور کی صورت میں نکلا۔ بڑی تعداد میں تیار شدہ ایڈیشن، کاغذ کی قیمتوں میں کمی، اور مؤثر تقسیم کاری کے باعث کتابیں عام افراد کی پہنچ میں آ گئیں۔

لکھنؤ کے اس ادارے کی کامیابی کا ایک اہم عنصر یہ تھا کہ اس نے شہر کی ممتاز لیتھوگرافی روایت کو صنعتی طباعت سے ہم آہنگ کر لیا۔ معیاری فارمیٹس اور ٹائٹل پیج کی ترتیب کے ذریعے ایک منفرد "نولکشور اسٹائل" تشکیل پایا، جو شمالی ہندوستان میں نمونہ سمجھا جانے لگا اور وسطی ایشیاء کے لیتھوگرافروں پر بھی گہرا اثر ڈالنے لگا۔[39]

قرآنِ مجید جیسے مقدس صحیفے کو صنعتی طور پر چھاپنے کے کئی مضمرات تھے۔ سب سے پہلے، اس کام کے لیے قرآن کو بطور الہامی اور مادی شے مقدس سمجھنے کی حساسیت درکار تھی۔ قرآن کی طباعت کے دوران اسلامی آداب کی مکمل پاسداری کی جاتی تھی، اور یہ کام صرف مسلمان کارکنان کے سپرد ہوتا جو باوضو ہو کر طباعت کا آغاز کرتے۔ طباعت کے دوران حقہ یا پان چبانا ممنوع تھا۔ قرآن کے متن والے پرانے لیتھوگرافی پتھر نابود نہیں کیے جاتے بلکہ دفن کر دیے جاتے۔[40]

دوسری بات، نولکشور نے یہ بھی یقینی بنایا کہ ان کے قرآن نسخے دینی و علمی منظوری کے ساتھ شائع ہوں۔ روایت کے مطابق، ان کے شائع کردہ قرآن نسخے اکثر ممتاز علماء اور حفاظ کی مہروں کے ساتھ ہوتے، جو کاتب کی صحت اور مہارت کی گواہی دیتے۔ 1868ء کے ایک قرآن کے اختتامیہ میں، جو منشی اشرف علی نے خطاطی کیا اور حافظ محمد مخدوم و مولوی عبدالحفیظ نے تدوین کی، اس بات پر زور دیا گیا کہ متن کو شائع شدہ و غیر شائع شدہ کئی نسخوں اور وقف و قراءت کی کتابوں سے موازنہ کر کے "لفظ بہ لفظ" جانچ کے بعد پانچ قرآنی علماء نے تصدیق کی۔[41]

عوامی مارکیٹ کی جانب پیش قدمی

اگلی دہائی میں قرآن کے چھپے ہوئے نسخے مسلسل سستے ہوتے گئے 1876 میں میرٹھ کے ایک اور پریس نے 4,400 نسخے شائع کیے جو صرف 12 آنے (¾ روپے) میں فروخت ہوئے۔[42]

---

[39] Scheglova, O[limpiada] P, Lithograph Versions of Persian Manuscripts of Indian Manufacture in the Nineteenth Century, Manuscripta Orientalia, 5/1 1999, p 15

[40] Hasan, Anvarul, Rāshtrīya ektā ke pratīk, Uttar Pradesh1981, P: 10–11

[41] Qurān majīd Naval Kishore Press, this is a revised version of a previous edition by Maulvi Mahbub ʿAli, 1868

[42] 1 anna = one sixteenth of a rupee, Report on Publications Issued and Registered, 1876, 25

امریکی بشپ جان ایف ہرسٹ نے کچھ برس بعد نول کشور پریس کا دورہ کیا تو قرآن کے مختلف اشاعتی نسخوں کی قیمتوں کی وسعت پر حیران رہ گئے۔ نول کشور نے عیسائی بائبل وٹریکٹ سوسائٹیوں کی طرح قرآن کو اقساط میں شائع کرنے کا طریقہ اپنایا، تاکہ ضخیم کتاب کو زیادہ لوگوں کے لیے قابلِ خرید بنایا جاسکے۔[43]

قرآن کی طباعت ایک منافع بخش صنعت

قرآن کی اشاعت ایک منافع بخش کاروبار تھا۔ اُس وقت جب مشرقِ وسطیٰ اور وسط ایشیاء میں ابھی مکمل طباعتی صنعتیں قائم نہیں ہوئی تھیں، ہندوستانی ناشرین نے اسلامی دنیا کی وسیع منڈی میں قرآن کی برآمد کے ذریعے خوب منافع کمایا۔

نول کشور پریس کی تجارتی رسائی پٹنہ سے لاہور، اور دہلی سے لندن تک پھیلی ہوئی تھی۔ 1871 میں بمبئی میں ایک ایجنسی کے قیام نے نول کشور کی مشرقِ وسطیٰ اور یورپ سے تجارت کے دروازے کھول دیے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے الفاظ ہیں:

"اس ڈیپو میں فارس، مسقط، بغداد اور عرب سے تاجر آتے ہیں۔ قرآن کی بہت مانگ ہے۔ جاوا کے تاجر بھی بڑی تعداد میں خریداری کرتے ہیں۔ منشی نول کشور کی فارسی سفیر سے ملاقات ہوئی، جس کے ذریعے وہ ایران سے تجارت بڑھانے کی امید رکھتے ہیں۔ لغات کی بھی مانگ ہے۔ جرمنی کے شہر لائپزگ اور لندن میں ٹروبنر اینڈ کمپنی کے ذریعے کچھ تجارت ہوتی ہے۔ سال بھر میں 20,000 قرآن کی کاپیاں فروخت ہوئیں"۔[44]

قرآن کی طباعت اور عوام تک رسائی

ہندوستانی ناشرین نے مذہبی روایت اور اصلاح کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مارکیٹ کا رُخ کیا۔ قرآن کے مکمل نسخوں کے علاوہ، تراجم اور تفاسیر کے حصے شائع کیے گئے۔ اردو اور مقامی زبانوں میں تفاسیر کے ذریعے مذہبی علم کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی گئی، جو بعض علماء کو پسند نہیں آئی۔

سر سید احمد خان (وفات 1898) نے بھی اس رجحان کو دو دھاری تلوار قرار دیا۔ 1847 میں شاہ عبدالعزیز کی فارسی تفسیر کے اردو ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے سر سید نے کہا:

"آج ہر عامی اپنے آپ کو عالم اور ہر جاہل اپنے آپ کو فاضل سمجھتا ہے۔ محض چند مذہبی رسالے اور قرآن کا ترجمہ اردو میں پڑھ کر، یا کسی عام استاد سے یا خود سے، وہ خود کو فقیہ اور مفسر سمجھنے لگتا ہے اور رائے دینے لگتا ہے"۔[45]

---

[43] Hurst, John F, A Native Publishing House in India, Harpers New Monthly Magazine, 1887, P: 335
[44] Government of India, Proceedings, Report on Public Education in Oudh, 1871–1872, P: 174
[45] Cit, from Naim 2003, P: 17

چاہے یہ روایت پر مبنی مذہبی بالادستی کے لیے ایک چیلنج تھا، خود سر سید نے بھی پرنٹ ٹیکنالوجی کو اپنایا اور اپنے اصلاحی و تعلیمی خیالات کی اشاعت کے لیے استعمال بھی کیا۔ 1880 میں انہوں نے اپنی اردو تفسیر، تفسیر القرآن شائع کی۔[46]

نول کشور کی طباعتی سرمایہ کاری

ناشرین عوامی دلچسپی کے تحت نئی اور غیر مطبوعہ تفاسیر بھی شائع کرتے۔ مثال کے طور پر، تفسیر قادری (1879) جو کہ مولانا فخر الدین احمد قادری نے فارسی تفسیر، تفسیر حسینی کا سادہ اردو ترجمہ کیا۔ نول کشور پریس سے شائع ہوئی اور جلد ہی خواتین کے لیے مشہور دینی نصاب بہشتی زیور تقریباً 1905 میں سرِ فہرست کتاب بن گئی۔[47] ایک اور مثال سواطع الالہام (1888) ہے، جو شیخ ابو الفیض فیضی کی مشہور بے نقط تفسیر تھی۔[48]

ہندوستان میں قرآن کی طباعت کا آغاز مذہبی، ثقافتی اور مادی عوامل کے مجموعے کے ذریعے ہوا۔ تاہم، یہ دراصل عالمی ٹیکنالوجیز کے منتقلی اور قبولیت کی بدولت ممکن ہوا۔ لیتھو گرافی نے قرآن کی طباعت کے حوالے سے نہ صرف خوبصورت خطاطی اور پیچیدہ آرائش کو پیدا کرنے کا موقع فراہم کیا بلکہ اس نے بڑے پیمانے پر قرآن کی نقل تیار کرنے اور تجارتی ادارے اور روایتی اسلامی فن و علم کے درمیان ایک نتیجہ خیز تعلق قائم کیا۔ جیسا کہ آئین پروڈفوٹ نے کہا "لیتھو گرافی کے ساتھ، قرآن کی طباعت عملی، قابل قبول اور منافع بخش بن گئی۔"[49]

قرآن کے مختلف زبانوں میں ترجمے کی یہ تیز رفتار اشاعت 19 ویں صدی کے ہندوستان میں اسلامی اصلاح اور تجدید کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے، جہاں اسلامی نصوص کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں میں قرآن کی اشاعت پر زور دیا گیا تھا۔

منشی نول کشور کا معاملہ اس دعوے کی بھی تردید کرتا ہے جو ترک عالم اور صوفی محمد حقّی نے 1839ء میں اپنے ایک رسالے میں کہا تھا "جب کافروں کے ذریعے طباعت کی جائے گی تو اس میں کوئی برکت نہیں ہو گی۔"[50]

Referencecs:

- حسن، تاج سراج، الحروف العربیة فی الطباعة، عینات و تطورہ v ا، مجلة حروف عربیة، ندوة الثقافة والعلوم، دبی، الإمارات العربیة المتحدة، السنة الثالثة، العدد 9، اکتوبر 2002
- خان، نادر علی، ہندوستانی پریس 1556–1900، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکادمی، 1990
- کاکوروی، نذیر، اردو کے ہندو ادیب، لکھنؤ، انور بک ڈپو، 1939
- نورانی، امیر حسن، منشی نول کشور اور ان کے خطاط و خوشنویس، نئی دہلی ترقی اردو بیورو، 1994

[46] Tareen, SherAli, South Asian Quran Commentaries and Translations A Preliminary Intellectual History, ReOrient, 2020 P: 249

[47] Metcalf, Barbara Daly, Perfecting Women, Maulana Ashraf Ali Thanawis Bihisthi Zewar a Partial Translation with Commentary, Berkeley and Los Angeles University of California Press 1990 p: 376

[48] Khan, Mofakhkhar Hussain, The Holy Quran in South Asia, A Bio-Bibliographic Study of Translations of the Holy Quran in 23 South Asian Languages, Dhaka Bibi Akhtar Prakasani 2001 p: 224-225

[49] Proudfoot, Ian, Early Muslim Printing in Southeast Asia, Libri, 1995 P: 218

[50] Abdulrazaq, Fawzi A, The Kingdom of the Book the History of Printing as an Agency of Change in Morocco between 1865 and 1912, PhD dissertation, Boston University 1990, P: 92

- Abdulrazaq, Fawzi A, The Kingdom of the Book the History of Printing as an Agency of Change in Morocco between 1865 and 1912, PhD dissertation, Boston University 1990,
- Abifares, Huda S, Arabic Typography, a comprehensive sourcebook, London, Saqi books2001
- Akbar, Ali, The Influence of Ottoman Qurans in Southeast Asia Through the Ages, in Andrew Peacock and Annabel Teh Gallop eds, From Anatolia to Aceh Ottomans, Turks, and Southeast Asia, Oxford Oxford University Press, 2015
- Alsuwaie, Abdel Aziz Saeid Arabic letter, masterpiece of history and the technology complex, Libya, Jamahiria for publicity and distribution, 1989
- Colvin, J, R, Notices on Peculiar Tenets Held by the Followers of Syed Ahmed, taken Chiefly from the "Sirat al-Mustaqim" …, Journal of the Asiatic Society of Bengal, 1832
- Diehl, Katherine Smith, Lucknow printers 1820–1850, in N, N, Gidwani ed, Comparative Librarianship Essays in Honour of Professor D, N, Marshall, Delhi Vikas Publishing House, 1973
- Garcin de Tassy, J, H, Histoire de la Littérature Hindoui et Hindoustani, tome 1, Paris Printed under the Auspices of the Oriental Translation Committee of Great Britain and Ireland, 1839
- Government of India, Proceedings, Report on Public Education in Oudh, 1871–1872
- Green, Nile, Terrains of Exchange Religious Economies of Global Islam, Oxford Oxford University Press, 2014
- Hasan, Anvarul, Rāshtrīya ektā ke pratīk, Uttar Pradesh1981
- Hurst, John F, A Native Publishing House in India, Harpers New Monthly Magazine, 1887
- Khan, Mofakhkhar Hussain, The Holy Quran in South Asia, A Bio-Bibliographic Study of Translations of the Holy Quran in 23 South Asian Languages, Dhaka Bibi Akhtar Prakasani, 2001
- Metcalf, Barbara Daly, Islamic Revival in British India Deoband, 1860–1900, Princeton University Press, 1982
- Metcalf, Barbara Daly, Perfecting Women, Maulana Ashraf Ali Thanawis Bihisthi Zewar a Partial Translation with Commentary, Berkeley and Los Angeles University of California Press 1990
- Morley, William H, The Administration of Justice in British India; its Past History and Present State, London Williams and Norgate, 1858
- Osborn, J, R, Letters of Light Arabic Script in Calligraphy, Print, and Digital Design, Cambridge, Massachusetts Harvard University Press, 2017
- Proudfoot, Ian, Early Muslim Printing in Southeast Asia, Libri, 1995 P: 218
- Proudfoot, Ian, Lithography at the Crossroads of the East, Journal of the Printing Historical Society, 1998
- Qadoora, Wahid and others, Studies in the Arabic European Dialog, First Arabic books printed in Europe, Centre for Othman and Moresque studies, Zagwan and King Fahad Library, 1993
- Reese, Scott S, Imperial Muslims Islam, Community and Authority in the Indian Ocean, 1839–1937, Edinburgh Edinburgh University Press, 2018
- Robinson, Francis, Islam and the Impact of Print in South Asia, in Nigel Crook end, The Transmission of Knowledge in South Asia Essays on Education, Religion, History and Politics, Delhi Oxford University Press, 1996
- Robinson, Francis, Technology and Religious Change Islam and the Impact of Print, Modern Asian Studies, 1993
- Robinson, Francis, The Ulama of Farangi Mahall and Islamic Culture in South Asia, London Hurst & Co 2001
- Sabat, Khalil, History of printing in the Middle East, Cairo, Dar Almaarif, 1958
- Scheglova, O[limpiada] P, Lithograph Versions of Persian Manuscripts of Indian Manufacture in the Nineteenth Century, Manuscripta Orientalia, 1999
- Schimmel, Annemarie, Islamic Literatures of India, Wiesbaden Harrassowitz 1973
- Schwartz, Kathryn, Did Ottoman Sultans Ban Print? Book History, 2017
- Sharar, Abdul Halim, Lucknow the Last Phase of an Oriental Culture, translated and edited by E, S, Harcourt and Fakhir Husain, London Paul Elek, 1975
- Shaw, Graham, Calcutta Birthplace of the Indian Lithographed Book, Journal of the Printing Historical Society, 1998
- Shaw, Graham 1994, The Introduction of Lithography and its Impact on Book Design in India, Vihangama, The IGNCA Newsletter, 1994
- Shcheglova, Olimpiada P, 2009, Lithography i, In Persia, in Encyclopaedia Iranica, online edition 2012

- Sprenger, Aloys, A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, vol, 1, Calcutta Baptist Mission Press, 1854
- Sprenger, Aloys, A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, vol, 1, Calcutta Baptist Mission Press, 1854
- Tareen, SherAli, South Asian Quran Commentaries and Translations a Preliminary Intellectual History, ReOrient, 2020
- Zaman, Muhammad Qasim, Shāh Walī Allāh of Delhi, His Successors, and the Qurān, in Bettina Gräf et al, eds, Ways of Knowing Muslim Cultures and Societies Studies in Honour of Gudrun Krämer, Leiden Brill, 2019